ڈاکٹر نگینہ کاظمی

# پاکستان کا ایک عظیم ترین فرزند

یہ عجیب حسن اتفاق تھا کہ اپریل ۱۹۵۲ء کے تیسرے ہفتے بین بین الاقوامی اپوا کانفرنس سے واپسی پر میں ایرانی مجلس خواتین کے ایک اجلاس میں پاکستان سے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کر رہی تھی، کانفرنس حال حاضرین سے پر تھا لیکن اس میں پاکستانی سفارت کا ایک نمائندہ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس اجلاس میں کسی پاکستانی کا سرے سے موجود نہ ہوتا میرے لیے ذہنی تشویش کا موجب تھا اور وہ اس لیے کہ میری تقریر کے سلسلے میں جو اہتمام کیا گیا تھا اس میں خصوصیت کے ساتھ پاکستان کے پریس اٹاشی ڈاکٹر عرفانی کے عملی تعاون کو دخل تھا اور ایرانی مجلس خواتین کے اجلاس میں پاکستان سے متعلق ایک ایرانی کی یہ پہلی تقریر تھی۔

تقریر ابھی اپنی ابتدائی منزل میں تھی اور میں پاکستان کی عام صورت حال کا نقشہ کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس اثنا میں سامنے کے دروازے سے ڈاکٹر عرفانی ہال میں داخل ہوئے اور میرا سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا ان کی معیت میں ایک معمر شخص تھا جس کے تروتازہ چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس کے بشرے پر وقار ٹپک رہا تھا اور اس کی شخصیت کچھ ایسی اثر آفرین تھی کہ ایرانی اس کی تنظیم اور پیشوائی کے لیے سرو قد کھڑے ہو گئے اور اس کے لیے ایک نشست خالی کی۔ پاکستانی مہمانوں کی آمد سے قبل میں نے اپنی تقریر میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا مختصر الفاظ میں ان کا لب لباب پیش کیا اور قریب قریب ایک گھنٹے تک سادہ اور بے تکلف انداز میں اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔

تقریر کے بعد مجھے پاکستان کے مقتدر مہمان اور عظیم پاکستانی مفکر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم سے متعارف کرایا گیا۔ موصوف ریاست ہائے متحدہ اور بعض دیگر ممالک کے تقریری دورہ کے بعد اپنے وطن کی جانب مراجعت فرما رہے تھے۔ پاکستان کی اس لاثانی شخصیت سے میری ملاقات کا یہ پہلا اتفاق تھا اور عمر بھر مجھے اس شرف پر ناز رہے گا کہ موصوف ایسی لائق و فائق ہستی نے میری معروضات کی سماعت فرمائی۔ اس فاضل اجل اور بیدار مغز مفکر نے پورے ۶۰ منٹ تک مجھ ایسی حقیر و عاجز مقررہ کی غیر مربوط تقریر بڑی خندہ پیشانی اور حوصلہ افزا تبسم کے ساتھ سنی۔ ڈاکٹر خلیفہ میری تقریر سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے تھے

حالانکہ یہ تقریر ان چند امور سے متعلق ایک سیدھا سادھا سا بیان تھا جن کا پاکستان میں میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا میں نے اس تقریر میں نہ پرشکوہ الفاظ کا سہارا لیا تھا اور نہ فصاحت و بلاغت کے موتی بکھیرے تھے۔ موصوف نے بار بار میرا شکریہ ادا کیا اور ان الفاظ میں خراج تحسین بھی ادا فرمایا:۔

"آپ نے سرزمین ایران کے باشندوں کے دل و دماغ میں خیر اندیشی و خیر سگالی کے جذبات بیدار کر دیے ہیں۔ آپ کی پرخلوص اور بے لوث دیانت سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں"

موصوف مسکرائے ہنستے اور ایسے انداز میں بات چیت کی جس سے روحانی حرارت ٹپکی پڑتی تھی کسی موضوع کی رعایت کے بغیر موصوف کی گفت گو سے ادبی اور روحانی ذوق کی تسکین ہوتی تھی۔ اس اجلاس میں پاکستانیوں کی عدم شمولیت کے باعث مجھے جو ذہنی تشویش ہوئی تھی اس کا احساس بالکل جاتا رہا۔ پاکستان کے ایک عظیم ترین فرزند اور علامہ اقبال کے ذاتی دوست سے میری ملاقات نے نیز پاکستان کا تعارف کرانے میں میری نیازمندانہ مساعی کی قدر افزائی موصوف نے جن پرخلوص احساسات کے ساتھ کی تھی ان سے میرے تاثرات نے اس کمی کا کافی سے زیادہ تدارک کر دیا اور مجھے یہ موقع دیا کہ میں اس ہمسایہ ملک سے متعلق بلند تر تصورات کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دوں۔ میں حسب منشا ڈاکٹر خلیفہ سے رابطہ کلام کے مواقع حاصل نہیں کر سکی اور وہ اس لیے کہ موصوف کا قیام ڈاکٹر عرفانی کے پاس تھا اور وہ ایران کے ممتاز علما و فضلا سے موصوف کی ملاقاتیں کرا رہے تھے کبھی موصوف کو اپنے ہمراہ لے جاتے اور کبھی ملاقات کے لیے ایرانی فضلا کو مدعو کرتے۔ میری انتہائی خواہش تھی کہ میں موصوف کو اپنے غریب خانہ پر مدعو کرنے کی سعادت حاصل کروں لیکن عرفانی کچھ اس بلا کی عجلت میں تھے کہ بات بنتی نظر نہیں آتی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ خدا نے یہ موقع مرحمت فرمایا ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ کے توسط سے پاکستان اور ایران کے درمیان ادبی روابط مستحکم ہوں موصوف کی تقریریں، خطابات اور رسمی گفت گو بھی دل نواز، سبق آموز اور اثر آفریں ہوتی تھی۔

ڈاکٹر خلیفہ ایران سے رخصت ہوئے لیکن جو خوش گوار و خوش کن یادیں وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے باقی رہ گئیں اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا پاکستان سے میرا ذہنی علاقہ اور قلبی رابطہ بڑھتا گیا۔ چونکہ میں بڑی غیر ادبی مذاق کی حامل اس لیے میں نے اپنے یہاں کے ہر دل عزیز انشاپرداز سینیٹر و رکن مجلس مقننہ، حجازی سے درخواست کی کہ وہ ایران پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن (پاک ایران ثقافتی انجمن) کا افتتاح کریں۔ انھوں نے میری تجویز سے اتفاق کیا اور میاں نسیم حسین اور ڈاکٹر عرفانی رحمن کا نام اس ملک میں ہر شخص کی زبان پر چڑھا ہوا ہے) کے تعاون سے اس انجمن نے اپنا کام چالو کر دیا۔ اس انجمن کے جلسوں اور ثقافتی تقریبات کے لیے میں نے اپنے غریب خانہ کی پیش کش کی اور ہم نے ۱۹۵۵ء کے اوائل تک اپنی یہ ناچیز سرگرمیاں جاری رکھیں یہ سال وہ ہے کہ ڈاکٹر عرفانی نے جو ان تمام عملی

سرگرمیوں کی قوت محرکہ تھے ایران کو خیرباد کہا لیکن خوش قسمتی سے اس اثنا میں دونوں ممالک کے مابین سرکاری طور پر دوستانہ تعلقات کی پینگیں بڑھ چکی تھیں اور ایران و پاکستان زندگی کے مختلف شعبوں میں شانے سے شانہ ملا کر چل رہے تھے۔

ایک مرتبہ اور مجھے ایک عجیب قسم کی ذہنی تشویش لاحق ہوئی اور یہ اس وقت جبکہ ڈاکٹر خلیفہ کا ایک مکتوب ملا جس میں مجھے اس غرض سے لاہور آنے کی دعوت دی گئی تھی کہ میں خصوصیت کے ساتھ خواتین کے حلقوں میں ایران کے ساتھ ثقافتی روابط کو فروغ دوں۔ میں نے اپنے دورہ کے پروگرام کا جائزہ لیے بغیر اس دعوت پر لبیک کہی۔ میرے لیے یہ شرف کیا کم تھا کہ خلیفہ صاحب نے مجھے مدعو کیا تھا اور یہ وہ ہستی تھی جس کی میری نظر میں بڑی قدر و منزلت تھی اور اس کے ملک سے بھی مجھے قلبی لگاؤ تھا۔

فروری ۱۹۵۷ء کے وسط میں، میں لاہور پہنچی، ڈاکٹر خلیفہ نے اپنے چند احباب کی معیت میں لاہور ریلوے اسٹیشن پر ذاتی حیثیت سے میرا خیر مقدم کیا۔ میری زندگی میں یہ ایک حد درجہ سبق آموز موقع تھا۔ ڈاکٹر اور بیگم خلیفہ نے مجھے اپنے کنبے کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنے یہاں ٹھہرایا۔ اس معزز و محترم جوڑے نے بہ مشفقانہ التفات اور جس دوستانہ گرم جوشی سے میری خاطر مدارات کی اس نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ مجھے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا تھا کہ مجھ پر خواب و بیداری کی ملی کیفیت طاری ہے اور میں سوچتی تھی کہ:

این کہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

ڈاکٹر خلیفہ مجھے بنفس نفیس ہر جگہ ساتھ لیے لیے پھرتے تھے اور اس سے مجھ پر فرحت و انبساط کی ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ پہلے کبھی اس کی ہلکی سی پرچھائیں بھی مجھ پر نہیں پڑی تھی۔

گرد و پیش کی ہر شے سے متعلق موصوف کے حکمت آمیز فقرے اور وہ اشعار جو موقع و محل کی مناسبت سے یا ایجاز و اختصار کی غرض سے آپ کبھی کبھی پڑھتے تھے میرے لیے سبق آموز بھی تھے اور دلچسپ بھی۔ آپ قریب قریب ہر موضوع پر اظہار خیال فرماتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ میری ذہنی سطح اور میرے علمی پس منظر کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔

ایک دن میں نے موصوف سے اپنے دل کی بات کہہ دی کہ آپ ایسے فاضل اجل، مذہب اور فلسفۂ مذہب کے ترجمان کی موجودگی میں مجھے اپنی کم مائگی اور بے بضاعتی پر خفت سی محسوس ہوتی ہے۔ پدرانہ شفقت اور ہلکے سے تبسم کے ساتھ آپ نے میری بات کاٹتے ہوئے فرمایا:

"لوگوں کا اسلام صرف زبانی اقرار تک ہے اور تمہاری زندگی اس کی تصدیق کر رہی ہے کہ تم مسلمان ہو۔"

یہ ایک عظیم ترین خراج تحسین تھا جو مجھ ایسی عورت کو جسے اہم مسائل در پیش ہیں ایسی ممتاز شخصیت نے ادا

کیا جو بزرگ ترین اسلامی مملکت کے اسلامی ثقافتی مرکز کی قیادت سنبھالے ہوئے تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ضمنی طور پر مجھ پر یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی کہ موصوف کی نظر کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ مذہب اور زندگی کے بارے میں موصوف کا حقیقت پسندانہ زاویۂ نگاہ محدود نہ تھا۔ آپ کے نزدیک بنیادی اور اعلیٰ زندگی روحانی تربیت کا نتیجہ ہے۔ موصوف کے خیال میں مذہب چند تحریری قوانین اور چند عبادات پر منتہی نہیں ہوتا۔ یہ چیزیں تو بالکل ابتدا کی ہیں۔ مجھے موصوف کی معیت میں کچھ ایسا محسوس ہوا کہ روحانی، جذباتی اور ذہنی طور پر میرے تصورات ان کے تصورات سے ہم آہنگ ہوگئے ہیں۔ موصوف کی مشفقانہ عنایت اور پدرانہ شفقت ہی تھی جس نے مجھے سنبھالا اور میرے اندر خود اعتمادی کی روح پھونکی۔ موصوف کی بدولت میرا یہ پختہ عقیدہ ہوگیا کہ انسان کی زندگی اتنی زیادہ المناک اور حرماں نصیب نہیں ہے جتنا کہ شعرا، مفکرین اور صوفیہ نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی اپنا زاویۂ نظر بلند کر سکے تو اس سے زیادہ فرحت و انبساط کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ میں نے بھی دوسروں کی طرح لوگوں کو اولیاء اللہ اور ان کے خوارق عادات کا تذکرہ کرتے سنا ہے لیکن ان کا تعلق ماضی بعید سے ہوتا ہے یا مرحومین اور ان کے واقعات سے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک زندہ ولی کی زیارت کی ہے، ایسے ولی کی زیارت جو ایک عام انسان کی طرح اپنی زندگی بسر کرتا اور اسی فضا میں سانس لیتا ہے۔ یہ ولی ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم تھے ایک عظیم فلسفی، ایک فاضل اجل، ذہین و فطین عالم۔ آپ اتنی عظیم الشان شخصیت کے حامل تھے کہ آپ نے اپنے تبحر علمی کی بدولت یہ جان لیا تھا کہ زندگی کی حقیقی قدریں موشگاف یا جوہر یابی فلسفہ سے متعین نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کا تعین ایک سادہ اور ابتدائی پیمانہ، قلب انسانی سے ہو سکتا ہے۔

موصوف کی رحلت پاکستان اور ایران کے لیے ایک عظیم قومی نقصان ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو موصوف سے راہ و رسم رکھتے تھے یہ ایک ذاتی نقصان بھی ہے مجھے بھی مرحوم سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ یہ نقصان عظیم بھی ہے اور الم ناک بھی لیکن اس کے ساتھ ہی اس نقصان نے یہ حقیقت آشکارا کر دی ہے کہ ایسی اخوت انسانی سے تعلق بہت بڑا اعزاز ہے جو خلیفہ عبدالحکیم ایسے انسانوں کو جنم دیتی ہے۔

---


# اسلام کا نظریۂ اخلاق

مصنفہ مظہر الدین صدیقی

قرآن اور احادیث کی روشنی میں اخلاقی تصورات اور ان کے نفسیاتی اور عملی پہلوؤں کی عالمانہ تشریح۔ قیمت ۲ روپے

ملنے کا پتہ: سیکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور